سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ تفہیم القرآن

71 سُوۡرَۃُ نُوۡحٍ مَکِّیَّۃٌ 71 رکوعاتہا 2
آیاتہا 28

نام

" نوح "اس سورت کا نام بھی ہے اور اس کے مضمون کا عنوان بھی، کیونکہ اس میں از اول تا آخر حضرت نوح علیہ السلام ہی کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

زمانۂ نزول

یہ بھی مکہ معظمہ کے ابتدائی دور کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے، مگر اس کے مضمون کی داخلی شہادت اس امر کی نشان دہی کرتی ہے کہ یہ اس زمانہ میں نازل ہوئی تھی جب رسول اللہ ﷺ کی دعوت و تبلیغ کے مقابلہ میں کفار مکہ کی مخالفت اچھی خاصی شدت اختیار کرچکی تھی۔

موضوع اور مضمون

اس میں حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ محض قصہ گوئی کی خاطر بیان نہیں کیا گیا ہے، بلکہ اس سے مقصود کفار مکہ کو متنبہ کرنا ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ وہی رویہ اختیار کر رہے ہو جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم نے اختیار کیا تھا، اور اس رویہ سے اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں بھی وہی انجام دیکھنا پڑے گا جو ان لوگوں نے دیکھا۔ یہ بات پوری سورت میں کہیں صاف الفاظ میں نہیں کہی گئی لیکن جس موقع پر اور جن حالات میں یہ قصہ اہل مکہ کو سنایا گیا ہے اس پس منظر میں خود بخود یہ مضمون اس سے مترشح ہوتا ہے۔

پہلی آیت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے رسالت کے منصب پر مامور فرمایا تھا اس وقت کیا خدمت ان کے سپرد کی گئی تھی۔

آیت 2 ۔ 4 میں مختصراً یہ بتایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی دعوت کا آغاز کس طرح کیا اور اپنی قوم کے لوگوں کے سامنے کیا بات پیش کی۔ پھر مدتہائے دراز تک دعوت و تبلیغ کی زحمتیں اٹھانے کے بعد جو روداد حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور پیش کی وہ آیت 5 ۔ 20 میں بیان کی گئی ہے۔ اس میں وہ عرض کرتے ہیں کہ کس کس طرح انہوں نے اپنی قوم کو راہ راست پر لانے کی کوششیں کیں اور قوم نے ان کا مقابلہ کس ہٹ دھرمی سے کیا۔

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی آخری گزارش آیات 21 ۔ 24 میں درج کی گئی ہے جس میں وہ اپنے رب سے عرض کرتے ہیں کہ یہ قومی میری بات قطعی طور پر رد کرچکی ہے، اس نے اپنی نکیل اپنے رئیسوں کے ہاتھ میں دے دی ہے، اور انہوں نے بہت بڑا مکر کا جال پھیلا رکھا ہے، اب وقت آگیا ہے کہ ان لوگوں سے ہدایت کی توفیق سلب کرلی جائے۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے کسی بےصبری کا مظاہرہ نہ تھا بلکہ صدیوں تک انتہائی صبر آزما حالات میں تبلیغ کا فریضہ انجام دینے کے بعد جب وہ اپنی قوم سے پوری طرح مایوس ہوگئے تو انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ اب اس قوم کے راہ راست پر آنے کا کوئی امکان باقی نہیں ہے۔ یہ رائے ٹھیک ٹھیک اللہ تعالیٰ کے اپنے فیصلے کے مطابق تھی۔

چناچہ اس کے متصلاً بعد آیت 25 میں ارشاد ہوا ہے کہ اس قوم پر اس کے کرتوتوں کی وجہ سے خدا کا عذاب نازل ہوگیا۔

آخری آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کی وہ دعا درج کی گئی ہے جو انہوں نے عین نزول عذاب کے وقت اپنے رب سے مانگی تھی۔ اس میں وہ اپنے لیے اور سب اہل ایمان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور اپنی قوم کے کافروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ ان میں سے کسی کو زمین پر بسنے کے لیے جیتا نہ چھوڑا جائے، کیونکہ ان کے اندر اب کوئی خیر باقی نہیں رہی ہے، ان کی نسل سے جو بھی اٹھے گا کافر اور فاجر ہی اٹھے گا۔

اس سورت کا مطالعہ کرتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کی وہ تفصیلات نگاہ میں رہنی چاہئیں جو اس سے پہلے قرآن مجید میں بیان ہوچکی ہیں۔ ملاحظہ ہو الاعراف (آیات ۵۹تا ٦٤) یونس (آیات ۷۱ – ۷۳) ، ہود (آیات ۲۵ تا ۴۹) ، المومنون (آیات ۲۳ تا ۳۱) ، الشعراء (آیات ۱۰۵ تا ۱۲۲) ، العنکبوت (آیات ۱۴ – ۱۳) ، الصافات (آیات ۷۵ تا ۸۲) ، القمر (آیات ۹تا ١٦)

رکوعاتہا 2

71 سُوۡرَۃُ نُوۡحٍ مَکِّیَّۃٌ 71

آیاتہا 28

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَکَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱﴾

ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف بھیجا (اس ہدایت کے ساتھ) کہ اپنی قوم کے لوگوں کو خبردار کر دے قبل اس کے کہ ان پر ایک دردناک عذاب آئے[۱]۔

(۱) یعنی ان کو اس بات سے آگاہ کر دے کہ جن گمراہیوں اور اخلاقی خرابیوں میں وہ مبتلا ہیں وہ ان کو خدا کے عذاب کا مستحق بنادیں گی اگر وہ ان سے باز نہ آئے، اور ان کو بتادے کہ اس عذاب سے بچنے کے لیے انہیں کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

قَالَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۲﴾

اس نے کہا " اے میری قوم کے لوگو، میں تمہارے لیے ایک صاف صاف خبردار کردینے والا (پیغمبر) ہوں۔

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَ اتَّقُوْہُ وَ اَطِیْعُوْنِ ۝۳

(تم کو آگاہ کرتا ہوں)کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو،[۲]

(۲) ۔ یہ تین باتیں تھیں جو حضرت نوح ؑ نے اپنی رسالت کا آغاز کرتے ہوئے اپنی قوم کے سامنے پیش کیں۔ ایک، اللہ کی بندگی۔ دوسرے، تقوی۔ تیسرے، رسول کی اطاعت۔ اللہ کی بندگی کا مطلب یہ تھا کہ دوسروں کی بندگی و عبادت چھوڑ کر اور صرف اللہ ہی کو اپنا معبود تسلیم کر کے اسی کی پرستش کرو اور اسی کے احکام بجا لاؤ۔ تقوی کا مطلب یہ تھا کہ ان کاموں سے پرہیز کرو جو اللہ کی ناراضی اور اس کے غضب کے موجب ہیں، اور اپنی زندگی میں وہ روش اختیار کرو جو خدا ترس لوگوں کو اختیار کرنی چاہیے۔ رہی تیسری بات کہ " میری اطاعت کرو "، تو اس کا مطلب یہ تھا کہ ان احکام کی اطاعت کرو جو اللہ کا رسول ہونے کی حیثیت سے میں تمہیں دیتا ہوں۔

یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُؤَخِّرْكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴

اللہ تمہارے گناہوں سے درگزر فرمائے گا (۳) اور تمہیں ایک وقتِ مقرر تک باقی رکھے گا۔ (۴) حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاتا ہے تو پھر ٹالا نہیں جاتا (۵) ، کاش تمہیں اِس کا علم ہو (۶) ۔ "

(۳) ۔ اصل الفاظ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ ہیں۔ اس فقرے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تمہارے گناہوں میں سے بعض کو معاف کر دے گا، بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان تین باتوں کو قبول کرلو جو تمہارے سامنے پیش کی جا رہی ہیں تو اب تک جو گناہ تم کرچکے ہو ان سب سے وہ درگزر فرمائے گا۔ یہاں مِن تبعیض کے لیے نہیں بلکہ عن کے معنی میں ہے۔

(۴) ۔ یعنی اگر تم نے یہ تین باتیں مان لیں تو تمہیں دنیا میں اس وقت تک جینے کی مہلت دے دی جائے گی جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری طبعی موت کے لیے مقرر کیا ہے۔

(۵) ۔ اس دوسرے وقت سے مراد وہ وقت ہے جو اللہ نے کسی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لیے مقرر کردیا ہو۔ اس کے متعلق متعدد مقامات پر قرآن مجید میں بات بصراحت بیان کی گئی ہے کہ جب کسی قوم کے حق میں نزول عذاب کا فیصلہ صادر ہوجاتا ہے اس کے بعد وہ ایمان بھی لے آئے تو اسے معاف نہیں کیا جاتا۔

(۶) ۔ یعنی اگر تمہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہوجائے کہ میرے ذریعہ سے اللہ کا پیغام پہنچ جانے کے بعد اب جو وقت گزر رہا ہے یہ دراصل ایک مہلت ہے جو تمہیں ایمان لانے کے لیے دی جا رہی ہے، اور اس مہلت کی مدت ختم

ہوجانے کے بعد پھر خدا کے عذاب سے بچنے کا کوئی امکان نہیں ہے، تو تم ایمان لانے میں جلدی کرو گے اور نزول عذاب کا وقت آنے تک اس کو ٹالتے نہ چلے جاؤ گے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُ قَوۡمِیۡ لَیۡلًا وَّ نَہَارًا ۙ۵
اُس [۷] نے عرض کیا " اے میرے ربّ، میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو شب و روز پکارا

(۷) ۔ بیچ میں ایک طویل زمانے کی تاریخ چھوڑ کر اب حضرت نوح ؑ کی وہ عرضداشت نقل کی جا رہی ہے جو انہوں نے اپنی رسالت کے آخری دور میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کی۔

فَلَمۡ یَزِدۡہُمۡ دُعَآءِیۡۤ اِلَّا فِرَارًا ۶
مگر میری پُکار نے اُن کے فرار ہی میں اضافہ کیا [۸] ۔

(۸) ۔ یعنی جتنا جتنا میں ان کو پکارتا گیا اتنے ہی زیادہ دور بھاگتے چلے گئے۔

وَ اِنِّیۡ کُلَّمَا دَعَوۡتُہُمۡ لِتَغۡفِرَ لَہُمۡ جَعَلُوۡۤا اَصَابِعَہُمۡ فِیۡۤ اٰذَانِہِمۡ وَ اسۡتَغۡشَوۡا ثِیَابَہُمۡ وَ اَصَرُّوۡا وَ اسۡتَکۡبَرُوا اسۡتِکۡبَارًا ۚ۷
اور جب بھی میں نے اُن کو بلایا تاکہ تُو انہیں معاف کر دے، [۹] انہوں نے کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے منہ ڈھانک لیے [۱۰] اور اپنی روش پر اَڑ گئے اور بڑا تکبّر کیا [۱۱] ۔

(۹) ۔ اس میں خود بخود یہ مضمون شامل ہے کہ وہ نافرمانی کی روش چھوڑ کر معافی کے طلب گار ہوں، کیونکہ اسی صورت میں ان کو اللہ تعالیٰ سے معافی مل سکتی تھی۔

(۱۰) ۔ منہ ڈھانکنے کی غرض یا تو یہ تھی کہ وہ حضرت نوح کی بات سننا تو درکنار، آپ کی شکل بھی دیکھنا پسند نہ کرتے تھے، یا پھر یہ حرکت وہ اس لیے کرتے تھے کہ آپ کے سامنے سے گزرتے ہوئے منہ چھپا کر نکل جائیں اور اس کی نوبت ہی نہ آنے دیں کہ آپ انہیں پہچان کر ان سے بات کرنے لگیں۔ یہ ٹھیک وہی طرز عمل تھا جو کفار مکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اختیار کر رہے تھے۔ سورة ہود آیت ۵میں ان کے اس رویہ کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے: " دیکھو یہ لوگ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تاکہ رسول سے چھپ جائیں۔ خبردار جب یہ اپنے آپ کو کپڑوں سے ڈھانکتے ہیں تو اللہ ان کے کھلے کو بھی جانتا ہے اور چھپے کو بھی، وہ تو دلوں کی پوشیدہ باتوں سے بھی واقف ہے۔" (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد دوم، ہود، حواشی ۵۔ ٦)۔

(۱۱) ۔ تکبر سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے حق کے آگے سر جھکا دینے اور خدا کے رسول کی نصیحت قبول کرلینے کو اپنی شان سے گری ہوئی بات سمجھا۔ مثال کے طور پر اگر کوئی بھلا آدمی کسی بگڑے ہوئے شخص کو نصیحت کرے اور وہ جواب میں سر جھٹک کر اٹھ کھڑا ہو اور پاؤں پٹختا ہوا نکل جائے تو یہ تکبر کے ساتھ کلام نصیحت کو رد کرنا ہوگا۔

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۸ۙ

پھر میں نے ان کو ہانکے پکارے دعوت دی۔

ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۹ۙ

پھر میں نے علانیہ بھی ان کو تبلیغ کی اور چپکے چپکے بھی سمجھایا۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۱۰ۙ

میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو، بیشک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔

یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ۱۱ۙ

وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا،

وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۱۲ؕ

تمہیں مال اور اولاد سے نوازے گا، تمہارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کردے گا (۱۲) ۔

(۱۲) ۔ یہ بات قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان کی گئی ہے کہ خدا سے بغاوت کی روش صرف آخرت ہی میں نہیں، دنیا میں بھی انسان کی زندگی کو تنگ کردیتی ہے، اور اس کے برعکس اگر کوئی قوم نافرمانی کے بجائے ایمان وتقوی اور احکام الٰہی کی اطاعت کا طریقہ اختیار کرلے تو یہ آخرت ہی میں نافع نہیں ہے بلکہ دنیا میں بھی اس پر نعمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔ سورۃ طٰہٰ میں ارشاد ہوا ہے " اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے " ۔ (آیت ۱۲۴) ۔ سورۃ مائدہ میں فرمایا گیا ہے " اور اگر ان اہل کتاب نے تورات اور انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی تھیں تو ان کے لیے اوپر سے رزق برستا اور نیچے سے ابلتا " (آیت ٦٦) سورۃ اعراف میں فرمایا " اور اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقوی کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے " ۔ (آیت ٩٦) ۔ سورۃ ہود میں ہے کہ حضرت ہود ؑ نے اپنی قوم کو خطاب کر ک فرمایا " اور اے میری قوم کے لوگو، اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹو، وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا اور تمہاری موجدہ قوت پر مزید قوت کا اضافہ کرے گا " (آیت ۵۲)۔ خود نبی ﷺ کے ذریعہ سے بھی اسی سورۃ میں اہل مکہ کو مخاطب کر کے یہ بات فرمائی گئی " اور یہ کہ اپنے رب سے معافی چاہو،

"پھر اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ ایک مقرر وقت تک تم کو اچھا سامان زندگی دے گا" (آیت ۳)۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش کے لوگوں سے فرمایا کہ " ایک کلمہ ہے جس کے تم قائل ہوجاؤ تو عرب و عجم کے فرمانروا ہوجاؤ گے "۔ تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد اول، المائدہ، حاشیہ ۹۶۔ جلد دوم، ہود، حواشی ۳، ۵۷۔ جلد سوم، طٰہٰ ، حاشیہ ۱۰۵۔ جلد چہارم، دیباچہ سورة ص)۔

قرآن مجید کی اسی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ایک مرتبہ قحط کے موقع پر حضرت عمرؓ بارش کی دعا کرنے کے لیے نکلا اور صرف استغفار پر اکتفا فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا، امیر المومنین آپ نے بارش کے لیے تو دعا کی ہی نہیں۔ فرمایا، میں نے آسمان کے ان دروازوں کو کھٹکھٹا دیا ہے جہاں سے بارش نازل ہوتی ہے، اور پھر سورة نوح کی یہ آیات لوگوں کو پڑھ کر سنا دیں (ابن جریر و ابن کثیر)۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت حسن بصری کی مجلس میں ایک شخص نے خشک سالی کی شکایت کی۔ انہوں نے کہا اللہ سے استغفار کرو۔ دوسرے شخص نے تنگ دستی کی شکایت کی، تیسرے نے کہا میرے ہاں اولاد نہیں ہوتی، چوتھے نے کہا میری زمین کی پیداوار کم ہو رہی ہے۔ ہر ایک کو وہ یہی جواب دیتے چلے گئے کہ استغفار کرو۔ لوگوں نے کہا یہ کیا معاملہ ہے کہ آپ سب کو مختلف شکایتوں کا ایک ہی علاج بتا رہے ہیں ؟ انہوں نے جواب میں سورة نوح کی یہ آیات سنا دیں (کشاف)۔

مَا لَکُمۡ لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰہِ وَقَارًا ۚ ۝۱۳

تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کے لیے تم کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے؟ (۱۳)

(۱۳) ۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کے چھوٹے چھوٹے رئیسوں اور سرداروں کے بارے میں تو تم یہ سمجھتے ہو کہ ان کے وقار کے خلاف کوئی حرکت کرنا خطرناک ہے، مگر خداوند عالم کے متعلق تم یہ توقع نہیں رکھتے کہ وہ بھی کوئی باوقار ہستی ہوگا۔ اس کے خلاف تم بغاوت کرتے ہو، اس کی خدائی میں دوسروں کو شریک ٹھیراتے ہو، اس کے احکام کی نافرمانیاں کرتے ہو، اور اس سے تمہیں یہ اندیشہ لاحق نہیں ہوتا کہ وہ اس کی سزا دے گا۔

وَ قَدۡ خَلَقَکُمۡ اَطۡوَارًا ۝۱۴

حالانکہ اُس نے طرح طرح سے تمہیں بنایا ہے (۱۴)۔

(۱۴) ۔ یعنی تخلیق کے مدارج اور اطوار سے گزارتا ہوا تمہیں موجودہ حالت پر لایا ہے۔ پہلے تم ماں اور باپ کی صلب میں الگ الگ نطفوں کی شکل میں تھے۔ پھر خدا کی قدرت ہی سے یہ دونوں نطفے ملے اور تمہارا استقرار حمل ہوا۔ پھر نو مہینے تک ماں کے پیٹ میں بتدریج نشوو نما دے کر تمہیں پوری انسانی شکل دی گئی اور تمہارے اندر تمام وہ قوتیں پیدا کی گئیں جو دنیا میں انسان کی حیثیت سے کام کرنے کے لیے تمہیں درکار تھیں۔ پھر ایک زندہ بچے کی صورت میں

تم بطن مادر سے باہر آئے اور ہر آن تمہیں ایک حالت سے دوسری حالت تک ترقی دی جاتی رہی یہاں تک کہ تم جوانی اور کہولت کی عمر کو پہنچے۔ ان تمام منازل سے گزرتے ہوئے تم ہر وقت پوری طرح خدا کے بس میں تھے۔ وہ چاہتا تو تمہارا استقرار حمل ہی نہ ہونے دیتا اور تمہاری جگہ کسی اور شخص کا استقرار ہوتا۔ وہ چاہتا تو ماں کے پیٹ میں تمہیں اندھا، بہرا، گونگا، یا اپاہج بنا دیتا تمہاری عقل میں کوئی فتور رکھ دیتا۔ وہ چاہتا تو تم زندہ بچے کی صورت میں پیدا ہی نہ ہوتے۔ پیدا ہونے کے بعد بھی وہ تمہیں ہلاک کرسکتا تھا، اور اس کے ایک اشارے پر کسی وقت بھی تم کسی حادثہ کا شکار ہو سکتے تھے۔ جس خدا کے بس میں تم اس طرح بےبس ہو اس کے متعلق تم نے یہ کیسے سمجھ رکھا ہے کہ اس کی شان میں ہر گستاخی کی جاسکتی ہے، اس کے ساتھ ہر طرح کی نمک حرامی اور احسان فراموشی کی جاسکتی ہے، اس کے خلاف ہر قسم کی بغاوت کی جاسکتی ہے اور ان حرکتوں کا کوئی خمیازہ تمہیں بھگتنا نہیں پڑے گا۔

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۙ﴿۱۵﴾
کیا دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہ بر تہ بنائے

وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾
اور ان میں چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا ؟

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۙ﴿۱۷﴾
اور اللہ نے تم کو زمین سے عجیب طرح اُگایا، (۱۵)

(۱۵) یہاں زمین کے مادوں سے انسان کی پیدائش کو نباتات کے اگنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس طرح کسی وقت اس کرے پر نباتات موجود نہ تھیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کو اگایا، اسی طرح ایک وقت تھا جب روئے زمین پر انسان کا کوئی وجود نہ تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں اس کی پود لگائی۔

ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾
پھر وہ تمہیں اسی زمین میں واپس لے جائے گا اور اس سے یکایک تم کو نکال کھڑا کرے گا۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ﴿۱۹﴾
اور اللہ نے زمین کو تمہارے لیے فرش کی طرح بچھا دیا

لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾
تاکہ تم اس کے اندر کھلے راستوں میں چلو "

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ۚ﴿۲۱﴾

نوح علیہ السلام نے کہا " میرے رب، انہوں نے میری بات رد کردی اور ان (رئیسوں کی پیروی کی جو مال اور اولاد پاکر اور زیادہ نامراد ہوگئے ہیں

وَ مَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۲۲ۚ

ان لوگوں نے بڑا بھاری مکر کا جال پھیلا رکھا ہے (۱٦) ۔

(۱٦) ۔ مکر سے مراد ان سرداروں اور پیشواؤں کے وہ فریب ہیں جن سے وہ اپنی قوم کے عوام کو حضرت نوح ؑ کی تعلیمات کے خلاف بہکانے کی کوشش کرتے تھے۔ مثلاً وہ کہتے تھے کہ نوح تمہی جیسا ایک آدمی ہے کیسے مان لیا جائے کہ اس پر خدا کی طرف سے وحی آئی ہے (الاعراف ٦۳۔ ہود ۲۷)۔ نوح کی پیروی تو ہمارے اراذل نے بے سوچے سمجھے قبول کرلی ہے، اگر اس کی بات میں کوئی وزن ہوتا تو قوم کے اکابر اس پر ایمان لاتے (ہود ۲۷)۔ خدا کو اگر بھیجنا ہوتا تو کوئی فرشتہ بھیجتا (المومنون ۲۴)۔ اگر یہ شخص خدا کا بھیجا ہوا ہوتا تو اس کے پاس خزانے ہوتے، اس کو علم غیب حاصل ہوتا اور یہ فرشتوں کی طرح انسانی حاجات سے بے نیاز ہوتا (ہود ۳۱)۔ نوح اور اس کے پیرو وں میں آخر کونسی کرامت نظر آتی ہے جس کی بنا پر ان کی فضیلت مان لی جائے (ہود ۲۷)۔ یہ شخص دراصل تم پر اپنی سرداری جمانا چاہتا ہے (المومنون ۲۴)۔ اس شخص پر کسی جن کا سایہ ہے جس نے اسے دیوانہ بنادیا ہے (المومنون ۲۵) ، قریب قریب یہی باتیں تھیں جن سے قریش کے سردار نبی ﷺ کے خلاف لوگوں کو بہکایا کرتے تھے۔

وَ قَالُوۡا لَا تَذَرُنَّ اٰلِہَتَکُمۡ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۬ۙ وَّ لَا یَغُوۡثَ وَ یَعُوۡقَ وَ نَسۡرًا ﴿ۚ۲۳﴾

انہوں نے کہا ہرگز نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو، اور نہ چھوڑو ود اور سواع کو، اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو (۱۷) ۔

(۱۷) ۔ قوم نوح کے معبودوں میں سے یہاں ان معبودوں کے نام لیے گئے ہیں جنہیں بعد میں اہل عرب نے بھی پوجنا شروع کردیا تھا اور آغاز اسلام کے وقت عرب میں جگہ جگہ ان کے مندر بنے ہوئے تھے۔ بعید نہیں کہ طوفان میں جو لوگ بچ گئے تھے ان کی زبان سے بعد کی نسلوں نے قوم نوح کے قدیم معبودوں کا ذکر سنا ہوگا اور جب از سرنو ان کی اولاد میں جاہلیت پھیلی ہوگی تو انہی معبودوں کے بت بنا کر انہوں نے پھر انہیں پوجنا شروع کردیا ہوگا۔

ود قبیلہ قضاعہ کی شاخ بنی کلب بن وبرہ کا معبود تھا جس کا استھان انہوں نے دومۃ الجندل میں بنا رکھا تھا۔ عرب کے قدیم کتبات میں ان کا نام ودم ابم (ود باپو) لکھا ہوا ملتا ہے۔ کلبی کا بیان ہے کہ اس کا بت ایک نہایت عظیم الجثہ مرد کی شکل کا بنا ہوا تھا۔ قریش کے لوگ بھی اس کو معبود مانتے تھے اور اس کا نام ان کے ہاں ود تھا۔ اسی کے نام پر تاریخ میں ایک شخص کا نام عبد ود ملتا ہے۔

سواع قبیلہ ہذیل کی دیوی تھی اور اس کا بت عورت کی شکل کا بنایا گیا تھا۔ ینبوع کے قریب رہاط کے مقام پر اس کا مندر واقع تھا۔

یغوث قبیلہ طے کی شاخ انعم اور قبیلہ مذحج کی بعض شاخوں کا معبود تھا۔ مذحج والوں نے یمن اور حجاز کے درمیان جرش کے مقام پر اس کا بت نصب کر رکھا تھا جس کی شکل شیر کی تھی۔ قریش کے لوگوں میں بھی بعض کا نام عبد یغوث ملتا ہے۔

یعوق یمن کے علاقہ ہمدان میں قبیلہ ہمدان کی شاخ خیوان کا معبود تھا اور اس کا بت گھوڑے کی شکل کا تھا۔

نسر حمیر کے علاقہ میں قبیلہ حمیر کی شاخ آل ذوالکلاع کا معبود تھا اور بلخع کے مقام پر اس کا بت نصب تھا جس کی شکل گدھ کی تھی۔ سبا کے قدیم کتبوں میں اس کا نام نسور لکھا ہوا ملتا ہے۔ اس کے مندر کو وہ لوگ بیت نسور، اور اس کے بجاریوں کو اہل نسور کہتے تھے۔ قدیم مندروں کے جو آثار عرب اور اس کے متصل علاقوں میں پائے جاتے ہیں ان میں سے بہت سے مندروں کے دروازوں پر گدھ کی تصویر بنی ہوئی ہے۔

وَ قَدۡ اَضَلُّوۡا کَثِیۡرًا ۬ۚ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾

انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا ہے، اور تو بھی ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں ترقی نہ دے[۱۸] " ۔

(۱۸) ۔ جیسا کہ ہم اس سورہ کے دیباچہ میں بیان کر چکے ہیں ، کہ حضرت نوح کی یہ بد دعا کسی بےصبری کی بنا پر نہ تھی بلکہ ح اس وقت ان کی زبان سے نکلی تھی جب صدیوں تک تبلیغ کا حق ادا کرنے کے بعد وہ اپنی قوم سے پوری طرح مایوس ہو چکے تھے ۔ ایسے ہی حالات میں حضرت موسیٰ نے بھی فرعون اور قوم فرعون کے حق میں یہ بد دعا کی تھی کہ " پروردگار ان کے مال غارت کر دے اور انکے دلوں پر ایسی مہر کر دے کہ یہ ایمان لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں "، اور اللہ تعالیٰ نے اسکے جواب میں فرمایا تھا : " تمہاری دعا قبول کی گئی " (یونس ، آیات ۸۸ ۔ ۸۹) ۔ حضرت موسیٰ کی طرح حضرت نوح کی یہ بددعا بھی عین منشائے الٰہی کے مطابق تھی ۔ چنانچہ سورہ ہود میں ارشاد ہوا ہے (وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ) اورنوح پر وحی کی گئی کہ تیری قوم میں جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا اب کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے ، اب ان کے کرتوتوں پر غم کھانا چھوڑ دے " (ہود ۳٦)

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۲۵

اپنی خطاؤں کی بنا پر ہی وہ غرق کیے گئے اور آگ میں جھونک دیے گئے[۱۹] ، پھر انہوں نے اپنے لیے اللہ سے بچانے والا کوئی مددگار نہ پایا[۲۰] ۔

(۱۹) ۔ یعنی غرق ہونے پر ان کا قصہ تمام نہیں ہوگیا، بلکہ مرنے کے بعد فوراً ہی ان کی روحیں آگ کے عذاب میں مبتلا کردی گئیں۔ یہ بعینہ وہی معاملہ ہے جو فرعون اور اس کی قوم کے ساتھ کیا گیا، جیسا کہ سورة مومن، آیات ۴۵۔ ۴٦ میں بیان کیا گیا ہے (تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد چہارم، المومن، حاشیہ ٦۳)۔ یہ آیت بھی ان آیات میں سے ہے جس سے عذاب برزخ کا ثابت ہوتا ہے۔

(۲۰) ۔ یعنی اپنے جن معبودوں کو وہ اپنی حامی و مددگار سمجھتے تھے ان میں سے کوئی بھی انہیں بچانے کے لیے نہ آیا۔ یہ گویا تنبیہ تھی اہل مکہ کے لیے کہ تم بھی اگر خدا کے عذاب میں مبتلا ہوگئے تو تمہارے یہ معبود، جن پر تم بھروسا کیے بیٹھے ہو، تمہارے کسی کام نہ آئیں گے۔

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۲٦

اور نوح علیہ السلام نے کہا " میرے رب، ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ۔

اِنَّکَ اِنۡ تَذَرۡہُمۡ یُضِلُّوۡا عِبَادَکَ وَ لَا یَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا ﴿۲۷﴾

اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی نسل سے جو بھی پیدا ہوگا بدکار اور سخت کافر ہو ہوگا۔

رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنۡ دَخَلَ بَیۡتِیَ مُؤۡمِنًا وَّ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿٪۲۸﴾

میرے رب، مجھے اور میرے والدین کو اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہوا ہے، اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو معاف فرمادے، اور ظالموں کے لیے ہلاکت کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ کر۔